آزادیٔ نسواں کہ زمرد کا گلوبند

جب جب بھی قدامت پرست معاشروں میں جہاں مذہب کا غلغلہ زیادہ ہو،خواتین کے مساوی حقوق کی،ان کی جبر سے آزادی کی، یاان کی تعلیم کی بات اٹھتی ہے،توان معاشروں میں خطروں کی گھنٹیاں بجنےلگتی ہیں،اور سرخ اشارے روشن ہونے لگتی ہیں۔ اسلامی معاشروں کے شہری، پاکستانی عوام،اوراردو زبان جاننے والے اور پڑھنے والے روازنہ ہی ان لوگوں پر اعتراض ہوتے دیکھتے، سنتے،اور پڑھتے ہیں، جو کسی بھی طور خواتین کے مساوی حقوق اوران کی آزادی کی بات کرتے ہیں۔
یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام مذاہب کے صحیفوں میں عورتوں کے بارے میں ایسے احکامات اور تذکرے ہیں جن میں عورتیں مردوں کے زیرِ نگیں اوران کے احکامات کی پابند ہیں۔اس ضمن میں اخلاقیات سرِ فہرست ہے،اورخواتین کو ایسے قوانین کا پابند کیا جاتا ہے جو معاشروں میں عزت اور غیرت کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔
جب جب بھی پاکستان اور دیگر اسلامی معاشروں میں نسائی آزادی اور حقوق کی بات نکلتی ہے توسب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کے ایسا مطالبہ کرنے والے گویا خواتین کو مادر پدر آزاد کر کے برہنگی اور آبرو باختگی کی راہ دکھا رہے ہیں۔
مسلم معاشروں میں خواتین کو مردوں کے ماتحت رکھنے کے ضمن میں مسلم قدامت پرست قرآن کی ان آیات کا حوالہ دیتے ہیں جن میں مردوں کو عورتوں کا قوام بنایا گیا ہے، یا ان کا درجہ بعض معاملات میں مردوں سے کچھ درجہ کم رکھا گیا ہے۔ یہاں یہ جان رکھنا ضروری ہے کہ دنیا کے ہر بڑے مذہب کے صحیفوں کی تفاسیر ان مذاہب کے مردوں نے کی ہیں،اور صحائف کی تفسیر کے معاملات عام طور پر معاشروں کی پدرانہ یا مردانہ روایات پر مبنی ہیں۔
یہاں ضروری ہے کہ ہم قرآن میں مرد کو قوام بنائے جانے پر عمومی غور کر لیں۔قوام بنائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معاشروں میں خاندان کے لیئے رزق کی فراہمی اوران کی حفاظت کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے، یعنی گھر چلانے کے لیئے آمدنی حاصل کرنا مرد کا فرض ہے۔لیکن کہیں بھی یہ حکم نہیں ہے کہ عورتیں اپنی آمدنی کی، تلاشِ رزق کی اور، معاش حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر سکتیں۔اسی طرح جب یہ کہا جاتا ہے کہ بعض معاملات میں خواتین ایک درجہ کم ہیں تواس سے بھی یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عورتیں مردوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں کر سکتیں، یا وہ کسی بھی معاشرہ میں کم تر درجہ کی شہری ہیں۔
اسلام اور قرآن کی خواتین کے ضمن میں تفسیر کے معاملات کو سمجھنے کے لیئے کینیڈا کی عمل پرست مسلم خاتون اور مسلم کینیڈین کانگریس کی سابق صدر فرزانہ حسن کی کتابیں مددگار ہوسکتی ہیں جن میں، Islam, Women, and the Challenges of Today اور Unveiled شامل ہیں۔
یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ عام طور پر مسلمان اور دیگر عمل پرست، خواتین کی آزادی اور مساوی حقوق کے جن امور کی بات کرتے ہیں، ان میں ہر خاتون کے لیئے اپنی مرضی کی تعلیم حاصل کرنے کا حق، اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق، مناسب ملازمت اور حصولِ معاش کا اختیار، مردوں کے مساوی تعلیم اور تربیت رکھتے ہوئے برابر کی تنخواہ حاصل کرنے کا اختیار، سیاست میں شمولیت اور ممکنہ طور پر سربراہِ مملکت کے عہدہ تک پہنچنے کا حق، انتخابات میں ووٹ ڈالنے کا حق، گھریلو اور کسی بھی قسم کے معاشرتی تشدد سے آزادی، زنا بالجبر کے خلافت حفاظت، کسی بھی مذہبی یا قبائلی روایت کے تحت ادل بدل کی شادی سے نجات، بازاروں میں جبراً برہنہ پھرائے جانے سے حفاظت، جسم پر تیزاب پھینکے جانے یا ناک کان کاٹے جانے کے خلاف تحفظ، اپنی مرضی کا لباس اختیار کرنے کا حق، شادی کی ناکامی کی صورت میں طلاق حاصل کرنے کا حق، مطلقہ یا بیوہ ہو جانے کی صورت میں مناسب مالی حقوق، اور والدین کی وراثت میں مساوی حقوق جیسے معاملات شامل ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ عمل پرست یہ بھی چاہتے ہیں کہ کسی بھی معاشرہ میں کسی بھی مذہبی یا روایتی قدر یا بہانے بازی کے تحت عورتوں کو مرد کا محکوم یا ملکیت نہ قرار دیا جائے۔
ہمیں یقین ہے کہ قارئین کو ان مسائل کو سمجھنا اور عورتوں کے لیئے ان بنیادی حقوق کا اعتراف اور ہر معاشرہ میں ان کی فراہمی، عام فہم ہوگا۔لیکن ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ کچھ شدت پرست اور قدامت پرست اور خصوصاً مسلم قدامت پرست مرد اور خواتین، بلکہ کینیڈا اور امریکہ میں بعض تعلیم یافتہ مسلم خواتین بھی ان معاملات میں مدافعانہ اور معذرتانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے یہ کہیں گی کہ انہیں ان کے مذہب نے بنیادی مساوی حقوق اور آزادیاں عطا کر رکھی ہیں۔ہم ان سے مودبانہ اختلاف کریں گے۔

خواتین کے بنیادی انسانی حقوق اور آزدیٔ نسواں کے معاملہ پر معروضی غور وخوض ہم پر واضح کرے گا کہ اب سے سوڈیڑھ دوسال قبل تک ہر اس معاشرہ میں جس میں مذہب کا جبر اور قدامت پرستی عام تھی، خواتین کو وہ حقوق حاصل نہیں تھے، جو آج انہیں ملتے نظر آتے ہیں۔ ان معاشروں میں مغربی اور مشرقی معاشرے یکساں روش رکھتے تھے۔ قارئین کو شاید یہ جان کر حیرانی ہو کہ انیسویں صدی کے وسط تک برطانیہ اور یورپ میں خواتین کا جامعات اور کالجوں میں داخلہ اور تعلیم معیوب سمجھی جاتی تھے۔ اسی انیسویں صدی کے اواخر میں جب امریکہ میں غلامی کی آزادی کا غلغلہ اٹھا اس زمانے میں بھی وہاں خواتین کو سیاست میں حصہ لینے اور ووٹ ڈالنے کا اختیار نہیں تھا۔ امریکہ میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا اختیار سنہ انیس سو بیس میں امریکی آیئن میں انیسویں ترمیم کے بعد قانونی تحفظ حاصل کر سکا۔ اسی طرح کینیڈا میں بھی عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا حق درجہ بدرجہ بیسویں صدی کے اوائل میں مل سکا۔ برطانیہ میں بھی خواتین کو یہ مکمل حق سنہ انیس سو تیس تک حاصل ہو سکا۔

امریکہ میں دوسو سال سے زیادہ کی طویل اور مستحکم روایت کے باوجود اب تک کوئی بھی خاتون امریکہ کی صدر اور نائب صدر منتخب نہیں ہو سکی ہے۔ امریکہ میں آج بھی ایوانِ نمایندگان اور سینیٹ میں خواتین کا تناسب تقریباً سترہ فی صد ہے۔ اسی طرح ترقی یافتہ مغربی ممالک میں خواتین آج بھی ایک ہی جیسی ملازمت میں مردوں کے مساوی تنخواہ نہیں حاصل کر سکتی ہیں۔

سالہا سال کی جدوجہد کے بعد مغربی جمہوری ممالک کی خواتین رفتہ رفتہ گھریلو اور معاشرتی تشدد سے کچھ آزادی، جنسی تشدد سے حفاظت، عائلی معاملات میں مناسب حقوق اور دیگر انسانی حقوق حاصل کر سکی ہیں۔ لیکن ان کی جدوجہد اب بھی جاری ہے اور وہ اپنے حقوق اور مسائل کے حق کے لیئے کوشاں ہیں۔

اسلامی اور مغربی ممالک کے مسلمان عمل پرست یہ چاہتے ہیں کہ دنیا کے ہر ملک میں خواتین کو وہ تمام انسانی حقوق حاصل ہوں جو دیگر ممالک کی خواتین نے حاصل کیئے ہیں۔ خود ان مسلم ممالک میں جہاں خواتین کے حقوق کی کوششوں کے نتیجہ میں خواتین کچھ رعایت حاصل کر سکی ہیں وہاں انہوں نے سیاست میں شامل ہو کر ان ممالک میں خواتین کے تحفظ اور حقوق کی کوششوں کو تیز تر کر دیا ہے۔ ایسی خواتین کی عمل پرستی اور ہمت ہی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں بھی بے نظیر بھٹو دوبار سربراہِ مملکت بن سکیں۔ عوام کی حمایت کی وجہ سے وہ مذہبی جماعتیں بھی ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوئیں جو عورتوں کا سربراہِ مملکت بننا اسلام کے تصوارت کے خلاف گردانتی تھیں۔ اسی طرح جب سے جنرل مشرف کے زمانے سے پاکستان کی پارلیمان میں خواتین کی تعداد بڑھائی گئی ہیں، خواتین اپنی روایتوں کے احترام کے ساتھ ساتھ ایسے قوانین بنوانے میں کامیاب ہو رہی ہیں جو انہیں جبر سے تحفظ دیتے ہیں۔ اور اس ضمن میں مذہبی جماعتوں کو بھی مجبوراً ان کا ساتھ دینا پڑا ہے۔

کچھ استثنائی کامیابیوں کے باوجود پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں خواتین اب بھی پسماندہ ہیں، اور انہیں مکمل حقوق حاصل نہیں ہیں۔ خواتین کی پسماندگی ان ممالک کو بھی پسماندہ رکھنے کا اہم سبب ہے۔ پاکستان اور مسلم دنیا کے ہر عمل پرست پر لازم ہے کہ وہ ان معاشروں میں خواتین کے حقوق کی بات کو آگے بڑھاتا رہے۔ اس میں مکمل کامیابی کا امکان جب ہی پیدا ہو سکے گا کہ جب خواتین خود اپنے حقوق سے آگاہ ہوں اور اس ضمن میں خود بھی عمل پرستی میں شریک ہوں۔ جب تک ایسا نہیں ہوگا خواتین جبر کا شکار رہیں گی، اور ان کو مختلف بہانوں سے مذہب اور روایت کی غیر معروضی پدرانہ تفسیر اور تفہیم کے تابع رکھا جاتا رہے گا۔